علم وعمل کا بحرِ بے کراں

محمد اسد اللہ غالب بلتستانی
متعلم شاخ جامعہ بنوری ٹاؤنؒ کراچی

گزشتہ دنوں بھوجا ائیر لائن کے دل خراش فضائی حادثہ میں جہاں دیگر لوگوں کو اپنے پیاروں کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑا، وہیں ایشیا کی عظیم دینی درسگاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی کو ایک عظیم مربی، مدرس، استاد الحدیث اور انتظامی معاملات میں بے مثال ایک قیمتی گوہر سے محروم ہونا پڑا۔ یہ گوہر ''عطاء الرحمٰن'' کے نام سے اسم بامسمّٰی تھا۔ ہاں یقیناً! وہ اس عظیم جامعہ کے لئے رب کی عطا تھے، اور وہ اس جامعہ کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت شہیدؒ نے اپنے دس سالہ نظامت تعلیم کے دوران جامعہ اور اس کی شاخوں کے تعلیمی معیار کو انتہائی بلندی تک پہنچا دیا تھا۔ حضرت شہیدؒ سے جامعہ کے اساتذہ وطلبہ کو انتہائی عقیدت ومحبت تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرتؒ کی شہادت کی خبر سن کر کتنے ہی اساتذہ وطلبہ دھاڑیں مار کر روتے رہے اور جامعہ کے دار الحدیث میں موجود غم زدہ اساتذہ کی حالت دیکھ کر سخت دل انسان کا دل بھی پسیج ہو کر رہ جاتا اور آنکھ اشکبار اور دل مغموم ہو جاتا، تادمِ تحریر بھی کتنی ہی آنکھیں حضرت شہیدؒ کی یاد میں پرنم ہیں۔ بقول کسے:

ہر آنکھ اشک بار ہے، ہر دل سوگوار ہے
میرا شیخ عطاء کہاں ہے؟ میرا شیخ عطاء کہاں ہے؟

حضرت شہیدؒ نے ۱۹۶۰ء میں مردان کے ایک گاؤں بابوزئی میں اسکول کے ہیڈ پرنسپل مشفق الرحمٰن کے گھر آنکھ کھولی، اگرچہ آپؒ کے والد محترم خود تو عالم دین نہ تھے، لیکن آپؒ کے دادا ہندوستان کے پڑھے ہوئے ایک جید عالم دین تھے، اسی وجہ سے گاؤں میں آپؒ کا گھرانہ مذہبی مشہور، اور ''مولوی صاحب کا خاندان'' سے یاد کیا جاتا ہے۔ سن شعور کو پہنچتے ہی شفیق والد نے اسکول میں داخل کروایا اور اپنے ہی زیر سایہ میٹرک تک عصری علوم کی تعلیم دی، اس کے بعد مذہبی ذہنیت کے حامل والد محترم نے آپؒ کو دینی علوم کے لئے وقف کر دیا۔ آپ نے دینی علوم کی ابتدائی کتب خیبر پختونخواہ (سرحد) میں پڑھیں، اس کے بعد اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے

لئے ''مدارس کا شہر کراچی'' کی طرف رخت سفر باندھا اور جامعہ بنوری ٹاؤن میں درجہ ثالثہ میں داخلہ لیا اور اسی جامعہ سے سند فراغت اور تخصص فی الفقہ کرنے کے بعد یہیں سے ہی اپنے استاذوں کے زیر سایہ تدریس کا آغاز کیا۔ اور پھر تا دم شہادت اسی جامعہ سے وفاداری نبھاتے رہے، اور پھر اچانک اس پھلتے پھولتے گلشن کو اپنی جدائی کا بوجھل صدمہ دے کر کوچۂ آخرت کو روانہ ہو گئے۔

کلیوں کو میں خون جگر دے کے چلا ہوں
صدیوں مجھے گلشن کی فضاء یاد کرے گی

حضرت شہیدؒ بچپن سے ہی انتہائی ذہین وفطین، محنتی، شریف الطبع اور خوش طبیعت تھے۔ جامعہ بنوریؒ ٹاؤن کے استاذ، جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا رزین شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ: ''میں نے اور حضرت شہیدؒ نے جامعہ میں ایک ساتھ داخلہ لیا تھا، آپؒ اسباق میں انتہائی محنت فرماتے اور اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے تھے، اور اللہ نے آپؒ کو حسن صوت کے ساتھ عبارت خوانی کا بھی خاص انداز عطا فرمایا تھا، دورہ حدیث کے سال استاذ العلماء مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکیؒ خصوصی طور پر حضرت شہیدؒ کو عبارت پڑھنے کا فرماتے تھے''۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپؒ کی تدریس میں نکھار عطا فرمایا تھا۔ جامعہ کے طلبہ جانتے ہیں کہ حضرت شہیدؒ کے درس میں وقت کے گزرنے کا احساس ہی نہ ہوتا تھا۔ آپ برموقع عربی، اردو اور پشتو اشعار، محاورات اور علمی وادبی چٹکلوں کا استعمال فرماتے تھے اور ساتھ ساتھ فرقِ باطلہ کا بھی انتہائی مدلل انداز میں رد فرماتے تھے۔ آپؒ کی تدریس میں مہارت اہل علم کے ہاں مسلم تھی، اسی وجہ سے آپؒ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نصابی کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ اور آپؒ اصول وضوابط کے انتہائی پابند تھے، اصول کی خلاف ورزی پر اگرچہ وہ آپؒ کا قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو، نرمی کا معاملہ نہ برتتے تھے۔ حضرت شہیدؒ کے جہاں اندرون ملک ہزاروں شاگرد ہیں، وہیں بیرون ممالک میں بھی آپؒ کے ہزاروں شاگرد ہیں، جن کی دعوت پر آپؒ نے کئی ممالک کا دورہ فرما کر وہاں کے دینی پروگرامات میں شرکت اور کئی مدارس ومساجد کا افتتاح فرمایا تھا۔ حضرت شہیدؒ کے مزاج میں تصنع، تکلف اور ریا نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ اتنے بڑے جامعہ کے ناظم تعلیمات ہونے کے باوجود کار، موٹر سائیکل وغیرہ کسی سواری کے بھی مالک نہ ہوئے اور ساری زندگی درویشانہ انداز میں گزار دی۔ حضرت شہیدؒ کے ایک قریبی عزیز نے بتایا کہ '' گاؤں کے عام لوگوں کو حضرتؒ کے اتنے بڑے مقام کا علم نہ تھا، اگرچہ آپؒ سال میں ایک، دو بار گاؤں بھی تشریف لاتے تھے، مگر عام پبلک ٹرانسپورٹ یا کسی جاننے والے دوست کی گاڑی میں تشریف لاتے، لیکن آپؒ کے جنازے میں اتنی بڑی خلقت اور جید علمائے کرام کی شرکت کو دیکھا تو سر پکڑ کر رہ گئے کہ یہ تو بہت

بڑے عالم تھے!!۔'' ایک اور واقعہ بھی جس سے حضرت شہیدؒ کے درویش صفت مزاج کا پتہ چلتا ہے، جو جامعہ کے استاذ الحدیث، شیخ التفسیر مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب نے سنایا: ''ایک سال جب میں حج پر گیا، جب کہ میں حضرت مفتی زرولی خان صاحب مہتمم جامعہ احسن العلوم کراچی کے گروپ میں شامل تھا، اور ہماری رہائش وغیرہ کا بھی انتظام پہلے ہی سے ہو چکا تھا، اچانک مولانا شہیدؒ سے ملاقات ہوگئی۔ جب میں نے ان سے رہائش کے متعلق پوچھا تو جواب ندارد، پھر میں نے حضرت شہیدؒ کو اپنی قیام گاہ میں ٹھہرنے کی دعوت دی، جسے آپؒ نے قبول فرمایا اور چار، پانچ دن ہمارے ساتھ گزارے''۔ سبحان اللہ! کیا عجیب درویشانہ مزاج تھا!!۔

حضرت شہیدؒ جامعہ بنوریؒ ٹاؤن سے وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ، جامع مسجد صالح صدر میں امامت وخطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ آپؒ نے ۲۰ اپریل کو اسی مسجد میں اپنی زندگی کا آخری خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا، پورے خطبہ میں آپؒ نے عوام الناس اور نوجوان نسل کو موت کی تیاری اور توبہ کی تلقین کی، اسی خطبہ کا اقتباس ملاحظہ ہو: ''نوجوانو! توبہ کرو، موت کا کوئی پتہ نہیں، دنیا میں آنے کی ترتیب ہے کہ پہلے باپ آتا ہے پھر بیٹا، لیکن جانے کی کوئی ترتیب نہیں''۔ پھر آپؒ اسی دن ۵ بجے بھوجا ائیرلائن میں اپنی نیک سیرت ہمشیرہ کے ساتھ اسلام آباد کے لئے روانہ ہوئے، کسے معلوم تھا کہ آج علم وعمل کا بحر بیکراں، سراپا عجز وتقویٰ درحقیقت آخرت کا راہی ہو رہا ہے۔

وہ سرتاج دیوبند، منبع علم وعرفاں چھپ گیا
حکمتوں کا بحر بیکراں، آج پھر سے غزالیٔ زماں چھپ گیا
تاریخ نے خود کو دھرایا دوبارہ
ثانیٔ احمد الرحماں چھپ گیا

حضرت شہیدؒ کی نماز جنازہ کی امامت اسلام آباد میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب اور آپؒ کے آبائی گاؤں میں جہاں آپؒ کا ابھی مدفن بھی ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نے کی، دونوں جنازوں میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کر کے حضرتؒ سے عقیدت کا ثبوت دیا۔ حضرت شہیدؒ کی شہادت کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا انور بدخشانی صاحب نے دورہ حدیث کے طلبہ کے سامنے حضرت شہیدؒ سے وابستہ یادوں کے دریچے وا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث عطاء کہ تکرار میکنیم

اللہ رب العزت اس فضائی حادثہ میں شہید ہونے والے سب مسلمانوں کی مغفرت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، اور سب کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین